

عالم اسلام کو جلد یا بدیر محض اعزاز و اکرام کے طور پر سہی کسی مرکزی شخصیت اور مرکزی لیڈر کے بارے میں بھی سوچنا پڑے گا۔ جو خلیفہ اور خلافت ختم ہونے سے پیدا ہونے والی خلافت کی کچھ تو تلافی کر سکے اور مسلمانوں کی مرکزیت کا ذریعہ بن سکے۔ عربی زبان کی اشاعت و فروغ اور اسے باہمی اتحاد کا ایک بنیادی ذریعہ قرار دینا بھی وقت کے اہم تقاضوں میں شامل ہے۔ یہ اور اس طرح کی بیشمار چیزیں عالم اسلام کے لئے ایسے باہمی اتحاد کا ذریعہ بن سکتی ہیں جو پائدار، مستحکم اور غیر قافی و لازوال ہو۔

ہماری دعا ہے کہ لاہور کی بین الاقوامی کانفرنس اعلیٰ سے اعلیٰ اور زیادہ سے زیادہ مثبت نتائج کا ذریعہ ثابت ہو اور نہ صرف پاکستان بلکہ پورا عالم اسلام اس کی برکات سے مالا مال ہو اور خدا سے دشمنوں اور اغیار کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھ کر کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کر دے آمین وما ذلک علی اللہ بجزیر۔

حضرت مولانا میاں مسرت شاہ کا خیل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا عبدالحق صاحب نافع گل مرحوم و مغفور جیسے جید اور ممتاز علامہ بگائے کمال کے علاوہ کئی اور علمی و دینی حادثے بھی پیش آئے۔ ان داغ مفارقت دینے والے بزرگوں میں حضرت مولانا الحاج میاں مسرت شاہ صاحب کا خیل بھی شامل ہیں۔ موصوف نہ صرف جید عالم تھے بلکہ اپنی خدا داد دہابیت، عزت و ثروت اور اثر و رسوخ کو بھی عمر بھر دین اور علوم دینیہ کی اشاعت و فروغ میں صرف کرتے رہے۔ وہ اپنی حیات مستعار کو علمی اداروں اور دینی کاموں میں لگا کر انشاء اللہ حیات بجا دوانی حاصل کر چکے ہوں گے مگر علمی و دینی حلقے ان کی جیتی جاگتی اور پر وقار شخصیت کو مدتوں روتے رہیں گے۔ دارالعلوم حقانیہ سے تو ان کا تعلق جسم و روح جیسا تھا۔ دارالعلوم کے تمام تنظیمی کاموں میں پیش پیش رہتے اور شوریٰ کے اجلاس کی توجہ جان تھے۔ عموماً صدارت شوریٰ بھی آپ ہی فرماتے اور اپنی میٹھی حکیمانہ اور مشفقانہ باتوں سے ارکان کو نیا جوش اور ولولہ بخشدیتے۔ سیاستی مخالفتوں کے باوجود بھی علماء اور اہل علم کے قلوب عین ان کا وقار قائم رہا۔ کیونکہ ان کا کوئی فیصلہ گو بظاہر عام مزاج کے خلاف بھی ہوتا مگر خلوص اور للہیت پر مبنی ہوتا۔ صوبہ سرحد کے علمی و دینی حلقے عموماً اور دارالعلوم حقانیہ میں خاص طور پر ان کی خلافت مدتوں نہیں ہوتی رہے گی۔ حق تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات و قرب سے نوازے اور ان کے گرامی قند صاحبزادگان اور تمام خاندان کو صبر جمیل اور ان کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی توفیق سے نوازے۔ مولانا مرحوم

کا مختصر سوانحی خاکہ یہ ہے۔۔۔ ولادت ۱۸۹۸ء حکمت آباد نزد سر ڈسیری تحصیل چارسدہ میں ہوئی، جہاں ان کے والد بزرگوار مولانا میاں حکمت شاہ کی جائداد تھی۔ آبائی قصبہ زیارت کا صاحب اور سلسلہ نسب مشہور بزرگ شیخ رحیمکار مرحوم سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر شیخاں ملامرحوم سے پائی اور درس نظامی کی ابتدائی کتب ۱۹۱۱ء میں حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی مرحوم کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ گدر میں پڑھیں۔ کچھ کتابیں طور و مردان کے علامہ مولانا عبدالحلیم مرحوم سے اور معانی و بیان کی کتابیں علامہ عبداللہ میاں صاحب سے زیارت کا صاحب میں پڑھیں۔ مولانا عبداللہ میاں صاحب نے مطول کا حاشیہ بھی لکھا تھا جسے اس وقت کابل کے امیر عبدالرحمان مرحوم نے شائع بھی کروایا۔ معقولات کی کتابیں اپنے گاؤں میں مولانا صاحب حسن زئی اور مولانا صاحب ڈنڈوتہ سے پڑھیں یہ دونوں منطق و فلسفہ کے جید اساتذہ میں سے تھے اور مرحوم کے والد بزرگوار نے اپنے سعادتمند بیٹے گھر میں تعلیم دینے کیلئے ان کی خدمات حاصل کی تھیں۔ تفسیر و حدیث کی اجازت وقت کے مشہور عالم صاحب حق صاحب رجب چارسدہ سے حاصل کی ۱۹۱۷ء میں اپنے گھر پر ان کے والد مرحوم نے اپنے اخراجات سے مدرسہ قائم کیا کہ آپ اس میں تدریس کا مشغلہ جاری کر سکیں۔ یہاں اور کچھ عرصہ مدرسہ عربیہ رجب میں حسب اللہ تدریس دیتے رہے۔

۱۹۲۶ء میں سلسلہ تجارت چوب افغانستان گئے۔ آخر وقت تک عمارتی لکڑی کی تجارت ہی آپ کا ذریعہ معاش رہی۔ ۱۹۳۲ء میں اپنے فرزند مولانا ولایت شاہ صاحب کو بنرض تعلیم دیوبند لے گئے۔ تو علم کے حصول اور اولاد کی علمی تربیت کا جذبہ اتنا تھا کہ والد بھی بیٹے کے ساتھ طلب علم ہیں دوبارہ مشغول ہو گئے اور شیخ الاسلام مولانا مدنی مرحوم کی بخاری و ترمذی اور مولانا رسول خان کی ابو داؤد اور مولانا محمد ابراہیم کی مسلم شریف میں شرکت فرمائی اسی زمانہ میں دارالعلوم کے مہمان خانہ میں رہے۔

مولانا ولایت شاہ صاحب کی روایت ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مرحوم کی آپ پر خاص توجہ تھی۔ اور خصوصی طور پر بعد از نماز مغرب بھی اپنی قیام گاہ پر عربی زبان میں تقریر فرماتے ہوئے حضرت مدنی مرحوم انہیں ترمذی شریف پڑھاتے رہے جسے آپ نوٹ کرتے رہے۔ یہ سلسلہ جاری تھا کہ گھر پر مجبور یوں کی وجہ سے انہیں حضرت مدنی کے مشورہ اور اجازت سے بادل ناخواستہ دیوبند سے واپس آنا پڑا۔ ۱۹۴۱ء میں ان کے والد بزرگوار کا انتقال ہوا تو ان کے کاروبار کا سارا بوجھ بھی انہیں اٹھانا پڑا۔ مگر پھر بھی قوی دینی کاموں میں برابر حصہ لیتے رہے۔

پہلی دفعہ ۱۹۳۸ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۹۶۱ء میں اپنے اہل و عیال و اعزہ کے ساتھ زیارت

سر میں شریفین کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ عمر کافی تھی مگر قوی و اعصاب کے لحاظ سے نہایت قوی بہادر اور جفاکش تھے۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۷۳ء کو مرض نے آلیا جو بظاہر بہت معمولی تھا مگر بالآخر مرض وفات ثابت ہوا۔ گھر پر اور پھر پشاور کے ہسپتالوں میں اور اعلیٰ ڈاکٹروں سے علاج کرایا گیا مگر علاج مرگ کسی کے پاس تھا۔؟ مرض میں فالج کا بھی اضافہ ہوا جو بڑھتا ہی چلا گیا۔ اور بالآخر جمعہ کی رات اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی دوسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد جو عام طور پر ۹ ربی الحجہ کا دن تھا۔ مگر ان کے علاقہ میں عید الاضحیٰ کا مبارک دن، نماز جنازہ ہوئی اور محبوب حقیقی کی رضا کے یہ طلبگار اپنے محبوب سے جاملے، جمعۃ المبارک کے ساتھ عید اور پھر وصال حقیقی، کئی سعادتیں تھیں جو جمع ہو گئیں اور شاید شاعر نے انہی کے لئے کہا تھا کہ۔

عید و عید و عید بن اجتماعا

وجہ الحبیب و یوم العید و الجمعا

علماء طلباء ائمہ اور دردمند مسلمان بڑی کثرت سے جنازہ میں شریک ہوئے اور اسلاف کے اس نمونہ پر جی بھر کر روئے۔ جو اپنی ذات میں دنیاوی امارت و ثروت کے ساتھ علماء کے فقر و زہد اور وقار و تمکنت، صوفیا کا سوز و گداز شرفاء کا رکھ رکھاؤ اور اپنی قوم پٹھانوں کے روایتی طور طریقے غیرت و حمیت سب کچھ سمیٹے ہوئے تھے۔ جنازہ ان کے فرزند مولانا ولایت شاہ نے پڑھایا اور تدفین کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے اپنے اس دیرینہ حب قدیم کی ذات کو دل کھول کر خراج تحسین پیش کیا۔ علامہ شمس الحق انصاری مدظلہ اور دیگر علماء نے بھی تقریریں کیں اور رفح درجاست کی دعائیں ہوئیں۔ فرحتہ اللہ وارضاہ و رضی عنہ۔

ان کے علاوہ گزشتہ ماہ کئی اور ایسے حضرات نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا، جنہیں علمی، دینی، قومی و ملی دنیا میں ایک اقبیازی مقام حاصل تھا۔ سعودی عرب کے الشیخ محمد الامین الشیخیطی مرحوم رابطہ عالم اسلامی مکہ معظمہ کے بنیادی رکن اور مدینہ طیبہ کے اسلامی یونیورسٹی کے ممتاز استاذ تھے، علمی و اثر میں قابل قدر تفسیر۔ اصواء البیان فی تفسیر القرآن بالقرآن۔ اور دیگر وقیع کتابیں چھوڑیں۔ سلفی المشرب تھے۔ علمی دنیا میں عظیم خدمات انجام دیں۔ اس طرح صوبہ سرحد کے کوٹہ تحصیل صوابی کے حضرت مولانا عبد الجبار صاحب جو قدیم علماء کا نمونہ تھے انتقال فرما گئے۔ کچھ اور حضرات شیخ محمد اشرف شاہ برادرز اسلام آباد۔ الحاج ڈاکٹر شیر بہادر قریشی، جناب الحاج بہرام خان جہانگیر۔ مولانا عبد الشکور دین پوری کے فرزند مولوی عبدالقدیر۔ مولانا محمد رفیق ہزاروی اور ان جیسے دیگر کئی افراد کی جدائی دارالعلوم حقانیہ اور الحق کے تمام ارکین کیلئے موجب مصداق ہے۔ حق تعالیٰ ان سب کو دعا کرتا رہے۔